(۲۱)

(فرمودہ ۹۔ فروری ۱۹۳۲ء بمقام عید گاہ۔ قادیان)

انسان عادات اور جذبات کا ایک مجموعہ ہے اس کے کام یا تو جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں اور یا عادات کے ماتحت ہوتے ہیں۔ عقل بھی بے شک انسان کے کاموں میں ایک حد تک حصہ رکھتی ہے لیکن وہ حصہ اتنا محدود ہے کہ اگر ہم محض کتابی علم النفس پر اپنے خیالات کی بنیاد نہ رکھیں بلکہ غور اور فکر سے کام لیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ درحقیقت عقل جو ہے وہ کسی نہ کسی ساتھی کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔ یا تو وہ جذبات سے ملکر کام کرتی ہے یا عادات سے مل کر علیحدہ کام اس کا بہت ہی کم ہوتا ہے اتنا کم کہ ہم اسے گنتی میں نہیں لاسکتے۔ تم صبح سے شام تک جو کام کرتے ہو انہیں دیکھ لو تمہیں یہی نظر آئے گا کہ یا تو تمہارے کاموں کا اکثر حصہ عادتوں کا نتیجہ ہو گا اور یا وہ جذبات کا نتیجہ۔ حرص کی وجہ سے' طمع کی وجہ سے' غصہ کی وجہ سے' محبت کی وجہ سے' وفاداری کی وجہ سے' طبعی میلان کی وجہ سے' غرض تمام ایسی باتوں کی وجہ سے وہ کام ہوں گے جو جذبات کے تابع ہیں۔

پس اس امر کے سبب سے کہ انسان جذبات و عادات کے تابع ہوتا ہے بہت سے لوگ اپنے کاموں کی علّت اور ان کے مقصد پر نگاہ نہیں رکھتے۔ وہ کام تو کرتے ہیں مگر غور نہیں کرتے کہ وہ کس لئے کرتے ہیں کیونکہ درحقیقت وہ بے اختیار ہو کر کام کر رہے ہوتے ہیں۔

عید کے متعلق بھی ہم میں سے بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جو درحقیقت ایک عادت کے مطابق عید مناتے ہیں۔ یہی نہیں کہ وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے ایک عادت لئے ہوئے ہوتے ہیں بلکہ مذہب کی بھی ایک عادت ہوتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا اور اس کے رسول نے ایسا کہا ہے اس لئے ہم اس طرح کرتے ہیں اور وہ آہستہ آہستہ حقیقت اور اصلیّت سے ناواقف ہو کر عادتاً ان امور کو کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہ نہا دھو کر اور اچھے کپڑے پہن کر عید گاہ میں پہنچ جاتے ہیں لیکن کبھی عید کی علّتِ غائی پر غور نہیں کرتے اور وہ کبھی اس امر کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ عید کیا چیز ہے؟ اس کے فوائد کیا ہیں اور آیا جب ہم عید منا

رہے ہوتے ہیں اس وقت ہماری عید ہوتی بھی ہے یا نہیں۔

میں آج اختصار کے ساتھ کیونکہ میں دیر سے پہنچ سکا ہوں بسبب اس کے کہ رات سے مجھے اسہال کی تکلیف ہو گئی تھی اور اس وجہ سے مجھے صبح کے بعد بھی لیٹنا پڑا اور تہجد کے وقت سے کئی دفعہ پیٹ میں درد بھی ہوا اور اسہال بھی ہوئے۔ تو وقت چونکہ زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اختصار کے ساتھ میں بتاتا ہوں کہ آج کئی قسم کے لوگ ہمارے اندر موجود ہیں لیکن وہ اپنی اقسام کو سمجھتے نہیں۔ وہ مختلف اقسام کے ہیں لیکن باوجود اس کے انہیں معلوم نہیں کہ ہماری کئی قسمیں ہیں۔ یہ عجیب فرق ہے۔ قومیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک ظاہری قومیں ہوتی ہیں اور ایک باطنی۔ یعنی بعض قومیں لوگوں کے ظاہر اور بیرونی امور کی وجہ سے ہوتی ہیں اور بعض باطنی خیالات کی وجہ سے۔ ظاہر کے لحاظ سے جو قومیں ہوتی ہیں ان کا تو لوگوں کو علم ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے میں راجپوت ہوں' کوئی کہتا ہے میں پٹھان ہوں' کوئی کہتا ہے میں سیّد ہوں' لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ظاہری قوموں کے متعلق تو لوگ مدعی ہوتے ہیں کہ ہم فلاں قوم کے ہیں لیکن باطنی قوم کے متعلق ان کے دل میں کبھی خیال پیدا نہیں ہوتا اور وہ کبھی نہیں جانتے کہ ہم کس قوم کے ہیں اور نہ کبھی کوشش کرتے ہیں کہ پتہ لگے وہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

لیکن جس طرح انسانوں کی ظاہری قومیں ہیں اسی طرح ان کی باطنی قومیں بھی ہیں۔ ان باطنی اقوام میں سے جو قومیں عید سے متعلق ہیں میں اس وقت ان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ عید دراصل خوشی کا نام ہے اور خوشی تبھی ہوتی ہے جب انسان کامیاب ہو کیونکہ درحقیقت کامیابی سے ہی حقیقی خوشی حاصل ہوتی ہے ورنہ ناکام انسان کبھی خوش نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اپنی ناکامی پر روتا پیٹتا ہے۔

پس جب ہم میں سے کوئی شخص عید مناتا ہے تو دراصل وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں کامیاب ہو گیا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا واقعہ میں ہم میں سے ہر شخص کامیاب ہو گیا اور کیا واقعہ میں اس کامیابی کی وجہ سے اسے حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ عید منائے۔ ایک تو ظاہری عید ہے کہ دنوں میں سے ایک دن اپنے لئے خوشی کا قرار دے لیا جائے جس دن اچھا کھانا کھانا اور اچھا کپڑا پہننا چاہئے اس کو تو جانے دو کہ یہ عید تو کوئی قیمت ہی نہیں رکھتی کیونکہ اس پر ہمیں کچھ نہ کچھ خرچ ہی کرنا پڑتا ہے اگر اور کچھ نہ ہو تو غریب لوگ سویاں ہی پکا کر کھا لیتے ہیں

تب بھی کم از کم ان کے دو چار آنے ضرور خرچ ہو جاتے ہیں تو جس عید پر ہمیں خرچ کرنا پڑتا ہے اور جو ہمیں کچھ دے کر نہیں جاتی وہ تو عید نہیں ہو سکتی۔

عید تو وہ ہے جو کچھ ہمیں دے کر جائے اور وہ عید درحقیقت باطنی عید ہی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ اس کامیابی کو دیکھ کر ہمارے دلوں میں جو خوشی پیدا ہوتی ہے اس کی ظاہری علامت اللہ تعالیٰ نے عید رکھی ہے۔ یہ علامت اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کے مہینہ بھر کے روزوں کے قبول ہونے کی قرار دی ہے۔[1] یہ علامت اس بات پر شہادت مقرر کی ہے کہ ان کے روزے قبول ہو گئے۔

پس روزوں کے مقبول ہونے کے خیال سے اس عید پر لوگ خوشی مناتے ہیں اور وہ اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عبادت کی توفیق عطا فرمائی مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا واقعہ میں خدا نے ہمیں اپنی عبادت کی توفیق دی اور کیا واقعہ میں ہماری وہ عبادت قبول بھی ہو گئی۔ اگر ہمیں عبادت کی توفیق ملی ہے تو بھی ہمیں کیا پتہ کہ ہماری وہ عبادت قبول بھی ہوئی ہے یا نہیں کیونکہ کئی عبادتیں قبول نہیں ہوتیں۔ رسول کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص نے جلدی جلدی نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا پھر نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز قبول نہیں ہوئی۔ اس نے پھر جلدی جلدی نماز پڑھی۔ رسول کریم ﷺ نے پھر فرمایا کہ پھر نماز پڑھو تمہاری نماز قبول نہیں ہوئی۔ اس نے پھر اس طرح نماز پڑھی اور جب رسول کریم ﷺ نے پھر نماز پڑھنے کے لئے کہا تو اس نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں کس طرح نماز پڑھوں۔ آپ نے فرمایا آہستگی اور سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔[2] تب نماز قبول ہوتی ہے۔ پس جس طرح نمازیں قبول نہیں ہوتیں اسی طرح بعض روزہ داروں کے روزے بھی قبول نہیں ہوتے پھر کئی ایسے ہوتے ہیں جنہیں بیماریوں اور معذوریوں کی وجہ سے روزے رکھنے کی توفیق ہی نہیں ملتی اور کئی ایسے ہوتے ہیں جو باوجود طاقت کے روزے نہیں رکھتے مگر عید میں یہ تمام لوگ جو بالکل مختلف اقسام کے ہیں شامل ہو جاتے ہیں بلکہ ایسے لوگ سب سے پیش پیش ہوتے ہیں۔

ہمارے ملک میں ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک لونڈی تھی جو رمضان کے دنوں میں باقاعدہ اٹھ کر سحری کھایا کرتی مگر روزہ نہیں رکھا کرتی تھی۔ ایک دن اس کی مالکہ نے اسے کہا تو روزانہ سحری کے وقت اٹھتی ہے اور سحری کھانے کے باوجود روزہ نہیں رکھتی تجھے کیا ضرورت

پڑی ہے کہ سحری کے وقت اٹھتی ہے۔ اس نے کہا بی بی میں نماز نہیں پڑھتی' روزہ نہیں رکھتی' کیا سحری بھی نہ کھاؤں اور کافر ہی ہو جاؤں۔ گویا اس کے نزدیک اسلام کے تین رکن تھے۔ نماز' روزہ اور سحری کھانا اگر پہلے دو رُکن نماز اور روزہ چھوٹ جاتے ہیں تب تو اسلام قائم رہتا ہے لیکن اگر تیسرا رُکن سحری کھانا چھوٹ جائے تو انسان کافر ہو جاتا ہے یہ ہے تو لطیفہ لیکن اگر غور کیا جائے تو بہت لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ نمازیں وہ نہیں پڑھتے' روزے وہ نہیں رکھتے' مگر عید میں سب سے زیادہ خوشی مناتے بلکہ سب سے پہلے آکر شامل ہو جاتے ہیں۔

وہ عید مناتے ہیں اور پوری طرح مناتے ہیں' نہاتے ہیں' اچھے کپڑے پہنتے ہیں' بناؤ سنگھار کرتے ہیں' خوب کھاتے پیتے ہیں گویا جو کمی نمازوں اور روزوں کی وجہ سے ان کے ایمان میں رہ گئی تھی اسے عید کے روز کھانے' پینے اور عمدہ کپڑے پہننے سے پورا کرنا چاہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسلام کے ارکان کو پورا کر لیا۔

لیکن اس قسم کے دھوکوں کے ساتھ خدا تو دھوکے میں نہیں آسکتا اور نہ ہی ہمارے نفس کو کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ پس ہمیں اپنے دلوں میں غور کرنا چاہیئے کہ ہم لوگ کس قسم میں سے ہیں اور ہماری عید کیسی ہے۔ سو یاد رکھو عموماً عید تین قسم کی ہوا کرتی ہے۔ ایک عید تو اس شخص کی ہے جس نے اپنے رب سے ملنے کی کوشش کی' اخلاص سے عبادت کی' محبتِ الٰہی سے خدا کے بندوں کی خدمت کی' صفائیِ قلب سے اس نے خدا سے اور اس کے بندوں سے صلح کی' اس نے نمازیں پڑھیں اور صرف خدا کے لئے پڑھیں' دکھاوے کے لئے نہیں اس نے روزے رکھے اور صرف خدا کے لئے رکھے لوگوں میں روزہ دار مشہور ہونے کے لئے نہیں اس نے ذکرِ الٰہی کیا اور محض خدا کے لئے کیا لوگوں کے خوش کرنے کے لئے نہیں' اس نے صدقہ و خیرات دیا اور اس لئے دیا کہ خدا کی رضا حاصل ہو لوگوں پر احسان جتانے یا نیک نامی حاصل کرنے کیلئے نہیں' اس نے حج بھی کیا مگر سیر کرنے کیلئے یا لوگوں میں حاجی کہلانے کے لئے نہیں بلکہ محض اس لئے کہ اس کا خدا اس سے راضی ہو جائے' اس نے دین کی تبلیغ کی مگر اس لئے نہیں کہ وہ بڑا مبلّغ کہلائے اور لوگ اس کی تعریف کریں بلکہ اس نے ایک ایک لفظ جو اپنی زبان سے نکالا اس خیال اور یقین کے ماتحت نکالا کہ خواہ لوگ میری تعریف کریں یا مذمت میں بہرحال وہی کہوں گا اور کہتا چلا جاؤں گا جس کا خدا نے مجھے حکم دیا ایسے شخص نے اپنے خدا کو پا لیا اور اس کے خدا نے اس گُم گشتہ بندے کو ڈھونڈ لیا جدائی اور فراق کی گھڑیاں کٹ گئیں

بچھڑے ہوئے مل گئے اور عاشق اپنے معشوق کی صحبت میں جا بیٹھا۔ اس بندہ کی آج بھی عید ہے اور کل بھی بلکہ ایسے بندہ کی ہمیشہ ہی عید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کئی ایسے بندے آج ہماری اس مجلس میں بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔

پھر کئی ہیں جن کے لباس بوسیدہ ہیں' کئی ہیں جن کے چہرے پژمردہ ہیں' کئی ہیں جن کی صحتیں بگڑی ہوئی ہیں' کئی ہیں جن کی کمریں جھکی ہوئی ہیں' جن کی آنکھیں نیچی اور جن کی آواز پست ہے۔ دیکھنے والا انہیں دیکھ کر نہیں سمجھ سکتا کہ یہ بھی کوئی عید منا رہے ہیں۔ ایک اچھے کپڑے پہن کر اور عمدہ کھانے کھا کر آنے والا انسان ان کو دیکھ کر حقارت سے اپنا منہ پھیر لیتا ہے اور کہتا ہے ان کی بھی کوئی عید ہے حالانکہ عید انہی کی ہے۔

جس وقت یہ مغرور اور خود پسند انسان عمدہ عمدہ کھانوں پر اپنا ہاتھ مار رہا تھا' عمدہ اور تر لقمے اپنے حلق سے اتار رہا تھا اس وقت اس مسکین' غریب اور کمزور نظر آنے والے انسان کو خدا اپنی گود میں لے کر اپنے ہاتھ سے لقمے کھلا رہا تھا۔ سلہ وہ خشک اور سوکھا ٹکڑہ جو اس کے حلق میں گیا یا وہ گرد و غبار سے اٹی ہوئی ہوا جو اس کے نتھنوں میں پہنچی' یا وہ کرخت شور جس نے اس کے دماغ کو پراگندہ کرنا چاہا ساری دنیا کی نگاہ میں حقیر اور ذلیل تھا مگر اس غریب اور مسکین کے لئے نہیں کیونکہ یہ چیزیں اسے اپنے محبوب کے ہاتھوں ملیں اور محبوب کا عطیہ دنیا کی تمام چیزوں سے اعلیٰ اور گراں بہا ہوتا ہے۔

پھر ہماری مجلس میں وہ بھی ہیں جن کے ظاہری لباس بھی اچھے ہیں' جنہیں کھانے بھی اچھے نصیب ہوئے' جن کو سنت نبویؐ کے مطابق عطر و خوشبو لگانے کا بھی موقع ملا سلہ اور ان ظاہری زیب و زینت کی چیزوں کے ساتھ ہی باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کا وصال بھی ان کو حاصل ہو گیا۔ جس طرح اس غریب اور مسکین بندہ کے منہ میں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حضور قبولیت عطا فرمائی خدا نے اپنی نہاں در نہاں مصلحتوں اور حکمتوں کے ماتحت سوکھی روٹی کا ٹکڑہ ڈالا اسی خدا نے اپنی ایک اور مصلحت کے ماتحت اپنے ایک اور بندہ کے منہ میں نرم نرم اور اعلیٰ غذا ڈالی۔ یہ اس کی مصلحتیں ہیں اور نادان ہے وہ جو ان مصلحتوں پر اعتراض کرے خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے کس بندے کو کس نظر سے دیکھوں۔ اس کی ازل سے یہی سنت چلی آتی ہے کہ وہ اپنے کسی بندہ کو کانٹوں پر سے گذارتے ہوئے اپنے پاس بلاتا ہے اور کسی کو پھولوں کی سیج پر سے گذارتے ہوئے اپنے پاس جگہ دیتا ہے۔ وہ بیوقوف ہے جو یہ کہتا ہے کہ کانٹوں پر سے

چل کے آنے والا ہی خدا رسیدہ اور مقبول ہے اسی طرح وہ بھی بیوقوف ہے جو خیال کرتا ہے کہ پھولوں پر سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنے والا ہی مقبول ہے۔ یاد رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات ہیں اسی طرح اس کے پاس پہنچنے کے راستے بھی مختلف ہیں۔ بعض لوگ اسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بعض برگزیدوں پر اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ یہ کیونکر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہو سکتے ہیں جب کہ یہ اچھی چیزیں کھاتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپ اس مکان کے قریب سے گذر رہے تھے جو مسجد اقصیٰ سے ملحق ہے۔ یہ ڈپٹیوں کا مکان کہلاتا تھا اسے اب خرید لیا گیا ہے اور اس میں سلسلہ کے دفاتر ہیں اس مکان کا مالک جو ہندو تھا اور ڈپٹی رہ چکا تھا حضرت خلیفہ اول سے کہنے لگا میں آپ سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں اگر آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے کہا بیشک دریافت کرو میں ناراض نہیں ہوں گا۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے آپ کے مرزا صاحب پلاؤ اور بادام روغن بھی کھا لیتے ہیں۔ فرمانے لگے میں نے کہا ہاں کھا لیتے ہیں ہمارے ہاں یہ چیزیں پاک اور طیب ہیں اور ان کا کھانا جائز ہے۔ اس پر وہ پژمُردہ سی صورت بنا کر کہنے لگا کیا فقیراں نوں بھی جائز ہے؟ آپ فرماتے میں نے کہا ہاں فقیراں نوں بھی جائز ہے تب وہ خاموش ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ میری بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ تو اس کے نزدیک بزرگی کا یہی معیار تھا کہ عمدہ غذائیں نہ کھائی جائیں۔

ایک اور ہمارے دوست تھے وہ ایک دفعہ کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوئے۔ مجسٹریٹ نے ان سے کہا میں آپ سے ایک مذہبی سوال پوچھنا چاہتا ہوں آپ ناراض تو نہ ہوں گے۔ انہوں نے کہا میں کوئی پاگل ہوں جو یونہی ناراض ہو جاؤں ہاں اگر آپ ناراض کرنے والی بات کہیں گے تو ناراض ہوں گا۔ مجسٹریٹ نے کئی ایک سوالات کئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میں نے سنا ہے مرزا صاحب اچھے کھانے کھاتے ہیں۔ کہنے لگے مرزا صاحب پاک آدمی ہیں وہ پاک کھانے کھاتے ہیں۔ آپ بے شک نجاست کھائیں ہم آپ پر کبھی اعتراض نہیں کریں گے۔

اس نے اور بھی کئی سوالات کئے تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میں نے سنا ہے مرزا صاحب اپنی بیوی کو ساتھ لے کر سیر کرنے جاتے ہیں اُس زمانہ میں دستور تھا کہ ہندو عورتیں جب باہر نکلتیں تو ان کے ساتھ کوئی نوکر جسے ٹہلیا کہتے جاتا اور خاوند کا ساتھ جانا معیوب سمجھا

جاتا۔ وہ کہنے لگے حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ان کی بیوی کو دیکھ کر لوگ یہی کہتے ہوں گے کہ یہ مرزا صاحب کی بیوی ہے مگر جب آپ کی بیوی نوکر کے ساتھ پھرتے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یہ ٹہلیا کی بیوی ہے یہی فرق ہے ورنہ بات تو کچھ نہیں۔

تو دنیا میں لوگوں نے قیاسات سے کام لے کر سمجھ لیا ہے کہ خدا رسیدہ لوگوں کی یہ یہ علامات ہیں۔ اس غلط اصل کے ماتحت **بعضوں** نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ خدا رسیدہ وہ ہوتے ہیں جو فاقے کریں اور کئی کئی دن تک بھوکے رہیں۔ حالانکہ بعض بندے ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے کھلا کر اپنے حضور قریب کرتا ہے اور بعض بندے ایسے ہوتے ہیں جنہیں فاقوں کے ذریعہ اپنے قریب کرتا ہے۔ حضرت مسیح ناصری پر بھی لوگوں نے یہی اعتراض کیا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ کھاتے پیتے ہیں تو انہوں نے کہا۔ "دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی۔" حضرت مسیح نے اس موقع پر یہی جواب دیا کہ پہلے وہ آئے جو فاقے کرتے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بھوکے رہتے تھے مگر لوگوں نے جب انہیں دیکھا تو کہنے لگے ان پر خدا کی مار پڑی ہے کھانے کو کچھ ملتا نہیں تب اس نے اپنا وہ رسول بھیجا جسے کھانے اور پینے کو بافراط عطا فرمایا اس وقت لوگوں نے کہا کہ یہ کھاؤ اور پیو ہے۔ ۵ قرآن کریم سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہوئی کہ وہ آپ کو فاقوں کے ذریعے اپنے قریب کرے۔ ۶ یہی وجہ ہے کہ مخالف اعتراض کرتے اس کے پاس دولت نہیں' سلطنت اور حکومت نہیں' ترفّہ اور فارغ البالی کا کوئی سامان نہیں' فرشتے اس کے ساتھ دکھائی نہیں دیتے۔ ۷ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور اسے ہر قسم کا سامان راحت عطا فرمایا تب لوگوں نے پہلے مسیح کی طرح اس پر بھی اعتراض کرنے شروع کر دیئے اور کہا یہ مسیح موعود کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ یہ پلاؤ اور بادام روغن کھاتا ہے حالانکہ نہ کھانا کھانا خدا کی محبت کا ثبوت ہے اور نہ فاقہ کرنا اس کے قرب کی دلیل ہے۔ کیا ہزاروں نہیں لاکھوں فاقے کرنے والے ایسے نہیں جن کا خدا سے کوئی تعلق نہیں اور کیا لاکھوں عمدہ عمدہ کھانے' کھانے والے ایسے نہیں جن کے دل خدا کی محبت سے محروم ہیں۔ پس خدا سے تعلق کا ثبوت انسان کے فاقوں یا کھانے پر نہیں بلکہ خدا سے محبت کا ثبوت خدا کے سلوک پر ہے اگر لوگوں کو فاقوں سے ہی بزرگی حاصل ہو سکتی تو لاکھوں فاقہ کرنے والے آج خدا رسیدہ نظر آتے اور اگر اعلیٰ کھانوں سے بزرگی حاصل ہو سکتی تو امراء سب سے بڑھ کر خدا رسیدہ ہوتے۔ مگر

امارت نے جہاں بہت سے فرعون پیدا کر دیئے وہاں فاقہ نے بھی بہت لوگوں کو کافر بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں **کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا**۔ [۸] قریب ہے کہ فقرو فاقہ انسان کو کافر بنا دے۔ پس یہ دونوں راہیں غلط ہیں اصل راہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ہو۔ خدا اگر فاقہ کے ذریعہ کسی کو اپنے قریب کرنا چاہے تو اس وقت فاقہ اختیار کرنا ہی اصل نیکی ہے اور اگر خدا کسی کو کھانا کھلا کر اپنے قریب کرنا چاہے تو اس وقت کھانا کھانا ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک دفعہ کثرت سے اموال آئے۔ آپ نے انصار سے فرمایا کہ لو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اموال میں سے دیتا ہوں اس وقت انصار نے کہا یا رسول اللہ یہ سب کچھ مہاجرین کو دیدیں ہمارے پاس جو کچھ ہے وہی کافی ہے۔ [۹]

اب بظاہر یہ انصار کی کتنی بڑی قربانی دکھائی دیتی ہے کہ اموال مل رہے ہیں مگر وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے پاس بہت ہے ہمارے دوسرے بھائیوں کو دیدیئے جائیں لیکن خدا کی نگاہ میں یہ قربانی نہ ٹھہری۔ رسول کریم ﷺ نے اس وقت انصار کے جواب میں فرمایا میں نے تمہیں خدا کی ایک نعمت دینی چاہی مگر تم نے انکار کیا اب دنیا میں تمہیں کوئی نعمت نہیں مل سکے گی حوضِ کوثر پر ہی آ کر لینا۔ [۱۰] چنانچہ دیکھو لو رسول کریم ﷺ کے بعد مسلمانوں کو جب بادشاہت ملی تو کوئی انصاری بادشاہ نہیں ہوا۔ تیرہ سو سال کے عرصہ میں مہاجرین بادشاہ بنے۔ غلام بادشاہ بنے' خادم بادشاہ بنے' اسلام کے ذریعہ راجپوت' پٹھان' مغل' ایرانی' طرابلیسی اور جزائری ہی بادشاہ ہوئے مگر وہ قوم جس کے متعلق آتا ہے کہ اس نے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے اپنے گھر خالی کر دیئے انہیں بادشاہت نصیب نہ ہوئی اس لئے نہیں کہ انہوں نے خدا کے لئے فاقے نہیں کئے تھے بلکہ اس لئے کہ انہوں نے خدا کے لئے کھانا نہیں کھایا تھا۔ بے شک خدا نے اس لئے کہ انہوں نے اس نعمت کا انکار گستاخی کی وجہ سے نہیں بلکہ ناسمجھی کی وجہ سے کیا انہیں اجر سے محروم نہیں رکھا اور انہیں حوض کوثر پر انعامات دیئے جانے کا وعدہ دے دیا مگر دنیا میں انہیں کبھی بادشاہت نصیب نہ ہوئی۔

غرض کئی اللہ تعالیٰ کے بندے ہماری مجلس میں اس وقت ایسے ہیں جن کے ظاہری جسم بھی عید منا رہے ہیں اور جن کے دل بھی عید منا رہے ہیں۔ انہیں اس وقت اللہ تعالیٰ کے قُرب اور اس کی محبت کا مقام حاصل ہے اور گو وہ بظاہر اس جگہ بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر

ان کے قدم عرشِ الٰہی پر ہیں یہی لوگ ہیں جن کی حقیقی عید ہے۔

پھر کئی غریب اور فقیر ہیں جن کا کھانا اچھا نہیں اور جن کے کپڑے اچھے نہیں انہیں دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ہر ایک نعمت سے محروم رکھے گئے ہیں مگر وہ بھی اس وقت خدا کی گود میں ہیں اور گو وہ یہاں بیٹھے ہیں مگر وہ بھی دراصل عرش الٰہی پر پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں گروہ مبارک ہیں' یہ دونوں گروہ بابرکت ہیں' ان دونوں کو عید مبارک ہو۔ پھر ایک اور قسم کے لوگ ہیں جنہوں نے اپنی اپنی توفیق کے مطابق عمدہ کھانے بھی کھائے' اچھے کپڑے بھی پہنے' عطر اور خوشبو بھی لگائی' بالکل ممکن ہے انہوں نے عید کارڈ بھی بھیجے اور انہیں بھی عید کارڈ آئے ہوں انہوں نے عیدیاں دیں اور خود بھی وصول کیں وہ بھی خوش ہیں کہ انہیں عید مل گئی مگر وہ عید سے اتنے ہی دور ہیں جتنا مشرق مغرب سے دور ہے یا جتنا زمین سے آسمان دور ہے مگر باوجود اس کے وہ خوش ہیں اور باوجود اس کے وہ عید کی مسرتوں میں شامل ہیں ان کی خوشی بالکل اس بچے کی سی ہے جو نادانی سے ایک سانپ کو دیکھتا ہے اور اس کی چمکیلی آنکھوں کو دیکھ کر اسے کھلونا سمجھتا ہے تب وہ محبت اور پیار سے اسے پکڑ لیتا ہے اور سمجھتا ہے مجھے بڑی اچھی چیز حاصل ہو گئی حالانکہ جس وقت وہ خوشی سے جھوم رہا ہوتا ہے' جس وقت وہ مسرت اور انبساط سے اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا اس وقت سانپ کا زہر جو اسے ایک منٹ میں اس جہان سے اگلے جہان پہنچانے والا ہوتا ہے اس کے بدن میں سرایت کر رہا ہوتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ تھوڑی ہی دیر میں اس کی تمام خوشی جاتی رہے گی' اس کی تمام مسرتیں خاک میں مل جائیں گی اور وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

یا اس کی خوشی اس بچے کی سی ہوتی ہے۔ جس کی بیمار ماں اکیلی رات کو مکان میں سو رہی ہو' اس کے رشتے داروں اور عزیزوں میں سے کوئی پاس نہ ہو' رات ہی کو وہ وفات پا گئی صبح اس کا بچہ اٹھتا ہے وہ مسکراتے ہوئے اپنی باہیں ماں کے گلے میں ڈال دیتا ہے اور اسے سویا ہوا سمجھ کر جگانے کی کوشش کرتا ہے' اپنی مسکراہٹ سے ماں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے' اس وقت عید کی سی خوشی اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور اس کا ننھا سا دل انتہائی خوشی سے لبریز ہو جاتا ہے مگر اسے کیا معلوم کہ اب دنیا میں سوائے تاریکی اور ظلمت کے اس کے لئے کچھ نہیں سالہا سال کی جدائی' سالہا سال کی مصیبت اور سالہا سال کا دکھ اس کے لئے مقدر ہو چکا۔ وہ کبھی اپنے ماں کے گالوں پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے اماں اماں مگر وہ نہیں جانتا کہ اب اس کی

ماں اسے جواب نہیں دے گی۔ اس کی ماں اس سے جُدا ہو چکی اور اب وہ کبھی اس سے بات نہیں کرے گی۔

یہی مثال اس شخص کی ہوتی ہے۔ یہ بھی خوش ہوتا ہے اور شاید اپنی نادانی سے ان خدا رسیدہ لوگوں سے بھی زیادہ خوش ہو جو عرش الٰہی پر پہنچ چکے ہوں مگر یہ نادانی اور غفلت کی خوشی ہوتی ہے۔ بے شک اس کے لئے اپنے خیال میں عید ہے مگر ایک ماتم کی پیش خبری۔ ہر تر لقمہ جو آج اس کے حلق میں جاتا ہے وہ ایسا ہی تر لقمہ ہے جو پھانسی سے پہلے کسی قاتل کو کھلایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں جب کسی کو پھانسی دینے لگتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں کہ جو چیز کھانا چاہے کھا لے اور جو کچھ کہتا ہے اسے منگا دیتے ہیں تا دنیا کی نعمتوں میں سے اپنا آخری حصہ لے لے مگر اسے کیا معلوم کہ جس وقت وہ خوشی خوشی کھانا کھا رہا ہے باہر اس کے لئے پھانسی کا رسہ لٹکایا جا رہا ہے اور لوگ اس کے جنازہ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اس شخص کی خوشی بھی جو یہ عید پر مناتا ہے ناواقفی اور جہالت کی خوش ہوتی ہے اس کے لئے بھی پھانسی کا رسہ تیار ہو رہا ہوتا ہے' اس کے لئے بھی لوگ جنازہ کی تیاریوں میں مصروف ہوتے ہیں مگر آہ وہ خوش ہو رہا ہوتا ہے کہ میں عید منا رہا ہوں۔ کاش اس کی آنکھیں کھُلتیں۔ کاش اسے کوئی بتاتا کہ جس وقت وہ عید منا رہا ہے دراصل اس کے لئے ماتم کا مقام ہے' جب وہ خوشی کر رہا ہے لوگ اس پر ماتم کی تیاری میں مصروف ہیں' جس وقت وہ دوستوں اور عزیزوں سے مل رہا ہوتا ہے اس کے واقف اور دوست اس کی موت پر رو رہے ہوتے ہیں۔ کاش اس کو بھی عید نصیب ہوتی' کاش اس کو بھی حقیقی خوشی حاصل ہوتی۔

ان دونوں کے سوا کچھ اور لوگ ہیں یہ دونوں تو وہ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہم عید منا رہے ہیں۔ خدا رسیدہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم عید منا رہے ہیں اور وہ جنہیں عید نصیب نہیں مگر وہ دھوکا خوردہ ہیں وہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم عید منا رہے ہیں لیکن ایک تیسری قسم ہے جو ان دونوں سے بالکل جداگانہ ہے اور وہ اس گنہگار کی عید ہے جو جانتا ہے کہ میں گنہگار ہوں اس نے روزے تو رکھے مگر سمجھتا ہے کہ روزے پوری طرح نہیں رکھے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ جو روزوں کا حق تھا وہ ادا نہیں کر سکا۔ اس نے نمازیں بھی پڑھیں مگر وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی شرطوں کے مطابق میں نمازیں ادا نہیں کر سکا۔ آج وہ بھی شاید ایک رسم کے ماتحت اور شاید لوگوں کے دکھاوے کے لئے عمدہ لباس پہن کر اس مجلس میں آ گیا ہے اور شاید وہ عمدہ کھانا کھا کر بھی آیا ہو

مگر اس کا دل رو رہا ہے' اس کا دماغ پریشان ہے اور اس کی ایک نگاہ اپنے بھائیوں پر پڑتی ہے اور دوسری نگاہ اپنے تاریک دل پر' اچھے اور تر لقمے اس کے گلے سے نیچے نہیں اترتے' اور ہر لقمہ خواہ وہ کتنا ہی تر ہو اس کے گلے میں پھنس پھنس جاتا ہے' وہ آج صبح اچھے کپڑے تو پہن کے آیا' مگر باوجود اس کے ہر دفعہ جب اس کی نگاہ اپنے اچھے کپڑوں پر پڑی اس کا دل رو پڑا' اس نے کہا کاش میرا اندرونہ بھی ایسا ہی سفید ہوتا جس طرح لباس سفید ہے۔ پھر جب اس کی نظر اپنے بھائی پر پڑتی ہے تو بالکل اس طرح جس طرح چور کسی دوسرے شخص کو دیکھ کر ٹھٹک جاتا ہے' اس کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں اور وہ خیال کرتا ہے کہ مجھے پکڑنے والا آ گیا اور میری چوری پکڑی گئی اسی طرح یہ بھی خیال کرتا ہے کہ شاید میرے دل کے گناہ اسے نظر آ گئے' شاید میرے اندرونہ کی تاریکی اسے نظر آنے لگی اور شاید اسے پتہ لگ گیا کہ مجھ میں یہ یہ نقائص ہیں۔ ہر دفعہ جب یہ اپنے بیوی اور بچوں اور دوستوں اور ہمسایوں پر نگاہ دوڑاتا ہے اور پھر اپنے نفس پر غور کرتا ہے تو شرمندہ ہو جاتا اور ندامت سے سر جھکا لیتا ہے یہ ظاہر میں خوشی کی مجلس میں شامل ہے مگر اس کا دل اپنے گناہوں کی وجہ سے ندامت اور شرمندگی سے پُر ہے۔

اس جیسے اور بھی کئی گناہگار ہوں گے مگر یہ اپنی ندامت اور شرمندگی کی وجہ سے خیال کرتا ہے شاید میں ہی ایک ایسا ہوں جسے حقیقی عید میسر نہیں۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ میں نہ ادھر کا رہا اور نہ ادھر کا۔ نہ ان میں شامل ہوں جو غفلت اور نادانی سے عید منا رہے ہیں اور نہ ان میں شامل ہوں جو وصالِ الٰہی کی خوشی میں عید منا رہے ہیں۔ اس شخص کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہوتی ہے جو رسی کے ذریعہ بلند مینار پر چڑھنا چاہتا ہو مگر درمیان میں لٹک رہا ہو وہ زمین پر نہیں کہ اوپر چڑھنے کی امید رکھتا ہو اور اس جگہ نہیں جہاں اس کا پہنچنا ضروری ہے بلکہ درمیان میں لٹکا ہوا ہے۔ ممکن ہے ایسے شخص نے ظاہر میں بھی عید نہ منائی ہو اور ممکن ہے اس شخص کے ظاہر نے اس خیال کے ماتحت عید منالی ہو کہ اگر میں اپنے باطن کو اچھا نہیں بنا سکا تو کم از کم میں اپنا ظاہر ہی خوبصورت بنا لوں۔ پھر ممکن ہے اس شخص نے اس خیال سے عید منا لی ہو کہ خدا بڑا ستار ہے اگر میں ظاہر میں عید منا لوں تو کیا تعجب ہے خدا مجھے باطن میں بھی عید منانے کی توفیق عطا فرما دے اور کیا تعجب ہے جس طرح خدا نے میرے ظاہر کی ستاری کی ہے اس طرح میرے باطن کی بھی ستاری کرے۔ یہ ندامت والے اور نفسِ لوّامہ رکھنے والے بندے ہی زیادہ ہوتے ہیں ان کے لئے عید دلی لحاظ سے سب سے زیادہ صدمے والی ہوتی ہے

کیونکہ سب سے زیادہ رونا اسی وقت آتا ہے جب دوسرے تو خوشی منا رہے ہوں مگر خود انسان اس میں حصہ نہ لے سکے۔ جدائی کی گھڑیاں ہمیشہ ہی شاق ہوتی ہیں۔ لیکن عید کے دن وہ اور بھی زیادہ شاق ہو جاتی ہیں جب وہ بھائی کو اپنے بھائی سے ملتا دیکھتا ہے' جب وہ دوست کو دوست سے ملتے دیکھتا ہے' جب وہ باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے ملتے دیکھتا ہے تو اس کے دل سے ایک آہ نکلتی ہے۔ ایک کمزور سی آہ' ایک ضعیف سی آہ مگر اس لئے نہیں کہ اس کا درد بہت زیادہ نہیں بلکہ اس لئے کہ درد نے اسے اس قدر نڈھال کر دیا ہے کہ اب وہ بلند آواز سے آہ بھی نہیں کر سکتا۔ وہ دیکھتا ہے کہ سب اپنے اپنے محبوبوں سے مل رہے ہیں لیکن میں اپنے محبوب سے نہیں مل سکا۔ وہ جس کے دل میں خدا کی محبت نہیں وہ تو اپنے عزیزوں سے مل کر خوش ہو سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ یہی عزیز تھے جن سے ملنا میرا مقصد تھا مگر جس کا خدا محبوب ہے وہ جب اپنے بیوی بچوں عزیزوں اور دوستوں کو خوش ہوتے دیکھتا ہے تو ان کی خوشی اس کے دل میں بجائے خوشی کے حسرت اور بجائے راحت کے رنج و اَلم کے جذبات پیدا کر دیتی ہے۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا۔ وہ اپنا قدم بڑھانا چاہتا ہے مگر نہیں اٹھتا' وہ نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے اس شخص کی عید سے زیادہ غمناک اور رنجیدہ اور کوئی گھڑی نہیں ہو سکتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ لکھا ہے ان کے سامنے ایک دفعہ نہایت ہی عمدہ کھانا پکا کر رکھا گیا۔ میدے کی نرم نرم روٹیاں تھیں جو ان کے سامنے لائی گئیں۔ اس زمانہ کے لحاظ سے یہ نئی چیز تھی کیونکہ عرب لوگ جب باہر نکلے اور انہوں نے دوسرے ملکوں کو فتح کیا تو ان فتوحات کی وجہ سے میدہ عرب میں آنے لگا۔ ورنہ عرب میں میدہ نہیں ہوتا تھا۔ میدہ کی نرم نرم روٹی جب ان کے سامنے رکھی گئی تو وہ روٹی کھاتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ ایک عورت کہتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا آپ روتی کیوں ہیں کھانا تو بڑا اچھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کھانا اچھا ہونا ہی میرے لئے وبال جان بن گیا ہے اور میرے گلے سے نیچے نہیں اترتا بلکہ پھنس پھنس جاتا ہے۔ مجھے آج خیال آ رہا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت چکیاں نہیں تھیں ہم پتھروں پر جَو کوٹ لیتے اور ہتھیلیوں پر پھونک کر اس کی بھوسی اڑا دیتے اور جو کچھ باقی بچتا اس کی روٹی پکا کر کھا لیتے۔ لاہ مجھے خیال آتا ہے کہ اگر یہ نعمتیں جو ہمیں آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے حاصل ہیں اس وقت ہوتیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے تو میں یہ میدے کی روٹی آپ ؐ کو پکا کر کھلاتی۔

اسی صبح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کی روٹی کھائی ہوگی تو یہ خیال نہیں آیا مگر جب زیادہ آرام کی گھڑی آئی تو اس کے ساتھ ہی زیادہ دکھ کی گھڑی بھی آ گئی۔ تو یہ محروم انسان جس دن عید آتی ہے اس دن اور زیادہ غمگین ہوتا ہے۔ اس دن اس کے دکھ کی کوئی انتہاء نہیں رہتی اور یہ جس قدر لوگوں کو خوشی میں دیکھتا ہے اتنا ہی اس کا غم بڑھ جاتا ہے۔ خوشی اس سے عنقا ہوتی ہے' خوشی اور اس میں ایک تاریک پردہ حائل ہوتا ہے مگر کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی ندامت رائگاں جائے گی۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی حسرت ضائع ہو جائے گی۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ اس کا دکھ بے قیمت ہے اور اس کی پشیمانی خدا کی نگاہ میں حقیر اور ذلیل ہے یا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یہ شخص اسی طرح تاریکی میں مرجائے گا؟

یاد رکھو پہلی قسم کے تو وہ لوگ ہیں جو بھاگ کر خدا کے پاس پہنچ گئے اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو بھاگ کر شیطان کے پاس چلے گئے مگر یہ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ جب ندامت محسوس کرتے ہیں' جب پشیمانی ان کی رَگ وپے میں سرایت کر جاتی ہے تو خدا بھاگ کر ان کے پاس آتا ہے۔ ؎ اور وہ اپنے بندہ کی حسرت کو رائیگاں جانے نہیں دیتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس کے پاؤں تھے اور میرا تھا وہ چل کر میرے پاس آگیا اور جس کے پاؤں تھے اور شیطان کا تھا وہ چل کر شیطان کے پاس چلا گیا مگر یہ وہ بندہ ہے جس کے پاؤں نہیں یہ کہیں جانے کی طاقت نہیں رکھتا چلو میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اگر یہ گرا ہوا ہے تو میں آپ اس کو اٹھا کر اپنے پاس لے آتا ہوں۔ پس اگر تم پہلی قسم میں سے نہیں بن سکتے تو اس قسم میں سے ہی بن جاؤ کہ یہ مقام بھی کوئی تحقیر کا مقام نہیں۔ یاد رکھو کہ وہ کامل حسرت' وہ کامل عجز' وہ کامل انابت' وہ کامل غم اور وہ کامل دکھ جو انسان کے ظاہر و باطن پر متولی ہو جاتا ہے وہ بھی انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتا ہے۔ تم اس دوسری قسم کی عید والوں میں سے مت بنو جن کی عید صرف ان کا کھانا اور پینا ہے بلکہ ان میں سے بنو جو خدا سے جا ملے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو پا لیا۔ یا ان میں سے بنو جو اگرچہ خدا تک ابھی نہیں پہنچے مگر وہ وہیں گر گئے اور اس ندامت اور پشیمانی کی وجہ سے ان کا دل پانی پانی اور ان کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور انہوں نے وہیں گرے گرے اپنی جان کو رنج والم سے ایسا ہلاک کیا کہ ان کی حالتِ زار سے عرش الٰہی ہل گیا اور عرش کا مالک خود چل کر ان کے پاس آیا اور اس نے انہیں اٹھا کر اپنی محبت کے مقام پر بٹھا لیا۔ پس یہ تین قسم کی عیدیں ہیں اور ان تینوں اقسام کے لوگ اس وقت یہاں موجود ہیں مگر پیشتر اس کے کہ

عید ختم ہو پہلی اور تیسری اقسام میں سے کسی ایک میں داخل ہو جاوٴ۔ اگر تم نے پہلی غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ابھی تک خدا کو نہیں پایا تو حسرتوں اور ندامتوں سے خدا کو پالو کہ یہ راستہ بھی کوئی تنگ راستہ نہیں بلکہ اس راستہ سے بھی جو خدا کے حضور پہنچتے ہیں وہ اس کے پیارے اور مقربین میں شامل ہو جاتے ہیں۔

پھر میں کہتا ہوں جسے خدا عید دے اس کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو بھی عید دے چاہے اسے پہلی قسم کی عید میسر ہو یا تیسری قسم کی درمیانی عید تو خدا کسی کو میسر نہ کرے۔

اگر ان دونوں عیدوں میں سے کوئی عید بھی تمہیں میسر ہے تو خدا کے وہ بندے جنہیں عیدیں میسر نہیں ان کے لئے بھی عید کی کوشش کرو۔

میں نے بتایا ہے کہ عیدیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ پس باطنی طور پر جن لوگوں کو اس صداقت کی خبر نہیں جو تمہارے پاس ہے اور وہ جو سچے دین سے ابھی تک ناواقف ہیں جاوٴ اور ان کو تبلیغ کے ذریعہ حق و حکمت کی باتیں پہنچاوٴ۔ تا انہیں بھی عید میسّر ہو اور وہ بھی عید سے خوشی حاصل کریں اسی طرح وہ لوگ جو ظاہری طور پر مصائب میں مبتلاء ہیں اور جنہیں سوائے مصیبت اور دکھ کے راحت سے کوئی حصہ نہیں ملا جیسے کشمیر کے مسلمان ہیں یا انفرادی طور پر جیساکہ ہر شہر میں ہوتے ہیں کوشش کرو کہ ان مظلوموں اور حسرت کے شکاروں کی بھی عید ہو جائے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن جائیں۔

یہ کبھی خیال مت کرو کہ تمہارے قلیل مال کی کوئی قیمت نہیں۔ اگر تم اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک پیسہ بھی دیتے ہو تو وہ ان سونے کے پہاڑوں سے جو بغیر اخلاص کے دیئے جائیں زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم پر ایسا فضل نازل کرے تاکہ ہم میں سے ہر شخص کو حقیقی عید میسّر ہو اور وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم نہ صرف اپنے لئے عید منائیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی جو مصائب اور دکھوں میں گرفتار ہیں عید کا سامان کر دیں۔ یہاں تک کہ ہمارے کمزور ہاتھوں سے دنیا میں پھر حقیقی عید قائم ہو' رنج اور حسرت کی گھڑیاں کٹ جائیں' تاریکی کے بادل چُھٹ جائیں اور ہدایت کا سورج دنیا کو اپنی نورانی کرنوں سے جگمگا دے اور خدا کی بادشاہت جس طرح آسمان پر ہے زمین پر بھی قائم ہو جائے۔ یہ ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آسمان پر ہر فرشتہ اطاعت کرنے والا ہے اسی طرح زمین پر بھی ہر فرد خدا تعالیٰ کا اطاعت گزار ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ زمین پر

اس کی بادشاہت نہیں۔ اس کی بادشاہت تو ہر جگہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ملائک ہوتے ہیں اسی طرح انسان بن جائیں اور دنیا میں کوئی فرد اس کا نافرمان نہ رہے۔

(الفضل ۱۶۔ فروری ۱۹۳۲ء

۱ے کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۵۹۰ مطبوعہ ۱۹۷۱ء مطبع البلاغہ الحلب

۲ے صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوٰۃ۔ صحیح بخاری کتاب الایمان باب اذا حنث ناسیا فی الایمان

۳ے صحیح بخاری کتاب الایمان باب واقسموا باللہ جھد ایمانھم

۴ے صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الطیب للجمعة

۵ے متی باب ۱۱۔ آیات ۱۸۔۱۹

۶ے صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب قول اللہ تعالی کلوا من طیبات ما رزقنکم۔

۷ے ہود: ۱۳، الفرقان: ۸، ۹ الانعام: ۹

۸ے الجامع الصغیر للامام السیوطی جلد ۲ صفحہ ۷۴

۹ے صحیح بخاری باب مناقب الانصار۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار اصبروا الخ

۱۰ے صحیح بخاری باب مناقب الانصار۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار اصبروا الخ

۱۱ے طبقات ابن سعد اردو جلد ۳ صفحہ ۱۸۸۔ ترمذی ابواب الزھد باب معیشة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشمائل ترمذی صفحہ ۱۰

۱۲ے صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التوبة۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ